جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال

سرگودھا

ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ ستمبر ۲۰۱۴ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبد القدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبد الغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمة الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

زیارت روضۂ اطہر کی شرعی حیثیت

زیارت روضۂ اطہر کی مشروعیت پر حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بشیر سہسوانی مرحوم کے رد میں "الکلام المبرم"۔"الکلام المبرور فی رد القول المنصور"۔"السعی المشکور فی رد المذهب الماثور" کے نام سے تین رسائل تحریر فرمائے تھے۔جن میں "السعی المشکور"اس موضوع پر ضخیم اور لاجواب کتاب ہے۔عرصہ سے یہ رسائل نایاب تھے حال ہی میں مولانا شیر الرحمٰن صاحب کی تحقیق وتخریج سے یہ تینوں رسائل یکجا شائع ہورہے ہیں،فاضل مرتب کی فرمائش پر بطور''پیش لفظ'' حضرت مدیر اعلیٰ مدظلہم نے جو مضمون تحریر فرمایا ہے وہ افادۂ عام کے لیے ذیل میں ہدیہ قارئین ہے۔(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم۔امابعد:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا مسئلہ اہل حق میں متفق علیہ ہے،سب ہی اہل حق اس کی مشروعیت اور جواز واستحباب کے قائل ہیں اور اس کے لیے شد رحال کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

احناف کا ایک قول اس سلسلہ میں وجوب اور قریب بہ وجوب کا بھی ہے۔ ہمارے اکابر ومشائخ نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔چنانچہ''المهند علی المفند''میں ہے:

عندنا و عند مشایخنا زیارةُ قبر سید المرسلین (روحی فداه) من أعظم القربات،و أهم المثوبات،و أنجح لنیل الدرجات،بل قریبة من الواجبات،و إن

كـان حـصـولـه بشـدّ الرحال،و بذل المهج و الأموال،و ينوى وقت الارتحال زيـارتَـه عـليـه ألفُ ألف تـحية و سلام ،و ينوى معها زيارةَ مسجده صلى الله عليه وسلم وغيرِه من البقاع و المشاهدات الشريفة ،بل الأوُلى ما قال العلامة الهمام ابن الهمام أن يجرّدالنية لزيارة قبره عليه الصلاة و السلام ثم يحصل له إذاقـدم زيـارـةُالـمسجد،لأن فى ذٰلك زيادةَ تعظيمه وإجلالِه صلى الله عليه و سـلم، ويوافقه قولُه صلى الله عليه وسلم:"من جاء نى زائراً لاتحمله حاجةٌ إلا زيـارتـى كـان حقاً علىّ أن أكون شفيعاً له يوم القيامة"وكذا نُقل عن العارف السـامـى الـمـلا جـامـى أنـه أفـرد الـزيـارة عن الحج و هو أقرب إلى مذهب المُحِبِّيِن ۔

اعلاء السنن میں ہے:

قـال الـعـلامة الشـوكانى فى"النيل":وقداختلفت فيهااقوال اهل العلم ،فـذهب الجمهورالٰى انهامندوبة ، وذهب بعض المالكية وبعض الظاهرية الٰى انهـاواجبة ،وقـالـت الـحنفية انهاقريبة من الواجبات،ذهب ابن تيمية الحنبلى حفيدالمصنف المعروف بشيخ الاسلام الٰى انهاغيرمشروعة،وتبعه علٰى ذٰلك بعض الحنابلة،وروىٰ ذٰلك عن مالك ولجوينى والقاضى عياض،كماسيأتى۔

ج ۱۰ص ۵۱۰پر "تتمہ" کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں:

اعـلـم ان زيـارـة قبـره الشـريف مـن اعظم الآيات وارجى الطاعات والسبيـل الٰــى اعـلــى الـدرجــات۔قــال الـقسطلانـى فـى "المواهـب"ومن اعتـقـدغيـرهٰـذافـقـدانـخـلع من ربقة الاسلام،وخالف الله ورسوله وجماعة الـعـلماء الاعلام،وقداطلق بعض المالكية وهوابوعمران الفاسى كماذكره فى

"المدخل" عن "تهذيب الطالب" لعبدالحق انهاواجبة قال: ولعله ارادوجوب السنن المؤكدة ـ وقال القاضى عياض انهاسنةمن سنن المسلمين مجمع عليها، وفضيلة مرغب فيها، ثم ذكرالاحاديث المروية فى الباب وقال: للشيخ تقى الدين بن تيمية هنا كلام شنيع عجيب يتضمن منع شدالرحال للزيارة النبوية المحمديةوانه ليس من القرب بل بضدذٰلك وردعليه الشيخ تقى الدين السبكى فى "شفاء السقام" فشفى صدورالمؤمنين، اھ ـ

ان عبارات سے واضح ہے کہ اہل حق سب ہی زیارت قبر کے جواز پر متفق ہیں۔

بعض وہابیہ نے حدیث لاتشدالرحال الاالیٰ ثلاثة **مساجد کی وجہ سے زیارت قبر اطہر کے لیے شد رحال کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے استاذ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**

و أما ما قالت الوهابيةُ من أن المسافر إلى المدينة المنورة على ساكنها ألف ألف تحية لا ينوى إلا المسجد الشريف استدلالاً بقوله عليه الصلاة و السلام " :لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد ":فمردودٌ، لأن الحديث لا يدلّ على المنع أصلاً بل لو تأمّل ذو فهمٍ ثاقب لَعلِم أنه بدلالة النص يدل على الجواز ، فإن العلة التى استثنى بها المساجد الثلاثة من عموم المساجد أو البقاع :هو فضلُها المختصّ بها، و هو مع الزيادة موجودٌ فى البقعة الشريفة،فإن البقعة الشريفة و الرحبة المنيفة التى ضم أعضائه صلى الله عليه و سلم أفضل مطلقاًحتى من الكعبة و من العرش و الكرسىّ كما صرّح به فقهائنارضى الله عنهم،و لما استثنى المساجد لذلك الفضل الخاص فأولى ثم أولى أن يستثنى البقعة المباركة لذلك الفضل العام ـ

و قد صرح بالمسألة كما ذكرنا ، بل بأبسط منها :شيخُنا العلامة شمس العلماء العاملين مولانا رشيد أحمد الكنكوهی قدس الله سره العزيز فی رسالته"زبدة المناسك" فی فضل زيارة المدينة المنورة و قد طبعت مراراً۔

و أيضاً فی هذا المبحث الشريف رسالةٌ لشيخ مشايخنا مولانا المفتی صدر الدين الدهلوی قدس الله سره العزيز أقام فيها الطامّة الكبری علی الوهابية و مَن وافقهم و أتی ببراهين قاطعة و حُجَج ساطعة سماها أحسن المقال فی شرح حديث لا تشد الرحال طبعت و اشتهرت فليراجع إليها و الله تعالٰی أعلم۔

دراصل اہل حق سے اس مسئلہ میں حضرت شیخ الاسلام علامہ محمد بن تیمیہ اوران کے تلمیذ رشید حضرت علامہ ابن القیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اختلاف کیا،ان حضرات کی جلالت قدراور علمی وجاہت اپنی جگہ پر لیکن حضرات علماء کرام اوراہل حق نے ان کے اختلاف کواہمیت نہیں دی بلکہ ان کا سخت رد کیا،اس طرح اس مسئلہ میں جانبین سے کتابیں لکھی گئیں ۔حضرت علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے''شفاء السقام'' کے نام سے زبردست کتاب تحریرفرمائی جس میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا رد کیا گیا۔علامہ ابن الہاد حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ کی تائیداورحمایت میں اٹھے اورانہوں نے علامہ سبکی کا ردلکھا۔انہوں نے اپنی کتاب کا نام''الصارم المنکی علی نحر التقی السبکی'' رکھا۔علامہ ابن علان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں''المبرد المبکی'' کے نام سے ایک نہایت جامع اور لطیف کتاب تحریرفرمائی ،جس میں انہوں نے''الصارم'' کا جواب تحریرفرما کراس کے دلائل کا جواب لکھا۔

نیزعلامہ سبکی کے اکثر اقوال کارد حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب''السعی المشکور''میں بھی فرمایا۔

چنانچہ علامہ نیموی رحمہ اللہ تعالیٰ ''شفاء السقام''اور''السعی المشکور'' کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وھو کتاب نادرلم یصنف مثله قبله قط ثم قال العلامة ابن عبدالهادی الحنبلی لانتصارشیخه ابن تیمیه وصنف کتاباًفی رده وسماه الصام المنکی علی نحرالتقی السبکی ،فصنف العلامة ابن علان کتاباًلطیفاًفی ردالصارم وسماه بالمبردالمنکی وقدردکثیرامن اقوال الصارم استاذناالعلامة محمدعبدالحی الکنوی فی کتابه السعی المشکوروھو کتاب بدیع فی بحث زیارۃ سیدالقبورجعل الله کلامه مبروراوسعیه مشکورا،۱۲ تعلیق التعلیق ۔
(آثار السنن ص ۲۸۰ ط مکتبہ امدادیہ ملتان)

کتاب''الصارم المنکی'' کے نام پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے علامہ عثمانی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قلت واین الصارم من الشفاء ؟فنسبة مابینهماکمابین الداء والدواء والارض والسماء ولقدصدق القائل ان اسم الکتاب عنوان علی مافیه وفی مؤلفه فافهم وانصف ۔(حاشیہ اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۱)

اس سے واضح ہے کہ زیارت قبور اطہر کے مسئلہ میں اہل حق کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے صرف علامہ ابن تیمیہ اور ان کے متوسلین نے اس میں تشدد کی راہ اختیار کی ہے اور بعد کے لوگ جو اس مسئلہ کا انکار کررہے ہیں وہ بھی دراصل ان کے متبع ہیں ،اس مسئلہ میں ان کے دلائل بھی وہی ہیں جو علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کے ہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ان کے رد میں''شفاء المرتاب'' کے نام سے ایک لطیف کتاب تحریر کی ہے۔چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

قلت ثم قام لانتصار ابن تیمیة فی هٰذاالعصر بعض الاحباب فحط علی الفقهاء وائمة الافتاء ،واظهر الغیض علٰی جماعة الاولیاء من الصوفیة الاصفیاء ورماهم بمالا یلیق بشانهم،فصنفت فی الرد علیه کتاباًلطیفاًسمیته "شفاء المرتاب عن مراء بعض الاحباب"من ارادالبسط فی هٰذاالباب فلیراجع ذٰلك الکتاب فسیریٰ فیه ان شاء الله ماتنشرح به الصدوروتنشط به ارواح اولی الالباب۔(ج۱۰ص۵۱۱)

نیز آپ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''اعلاء السنن'' کی دسویں جلد کے آخر میں ''ابواب الزیارۃ النبویۃ'' کا مستقل باب قائم فرما کر زیارۃ روضہ اطہر کے مسئلہ کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔اس میں حدیث نبوی من حج البیت فلم یزرنی فقدجفانی *کونقل کر کے فرماتے ہیں:*

صریح فی جواز شدالرحال بل استحبابه لاجل زیارة قبره صلی الله علیه وسلم فان الحاج لایصل الی المدینة النبویة الابشدالرحال کمالایخفیٰ ۔ وفیه ایضاًاشعاربتقدیم الحج علی الزیارة ۔والله تعالیٰ اعلم۔(ج۱۰ص۴۹۷)

نیز شد رحال کے جواز پر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ورحم الله طائفة قداغمضت عیونهاعن کل ذٰلك،وانکرت مشروعیة زیارة قبرهٰذاالنبی الکریم ، وحرمت عن مثل هٰذاالفضل العظیم ، وزعمت ان لاینوی الزائرالامسجدالنبی صلی الله علیه وسلم فقط،ولم تدران فضیلة المسجدانماهی لاجل برکة النبی صلی لله علیه وسلم فجوازنیة المسجدیستدعی جوازفیه زیارته صلی اللّٰه علیه وسلم بالاولٰی ۔فالله یهدیهم ویصلح بالهم،ویرزقناوجمیع المسلمین والمسلمات فضیلة صحبة النبی صلی

اللّٰہ علیہ وسلم بزیارۃ قبرہ،ویجمع بیننا وبینه کماآمنابه ولم نرہ ۔ (ج۱۰ص۹۹،۱۰۰)

کتاب العلل کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

’’سألت ابی عن الرجل یمس منبرالنبی صلی الله علیه وسلم ویتبرك بمسه ویقبله ویفعل بالقبرمثل ذٰلك رجاء ثواب الله تعالیٰ ، قال لابأس به کذافیه ایضاً‘‘*پرتبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:*

والعجب من النجدین مع کونهم حنبلیین یشددون فی ذٰلك ویمنعون الناس عنه اشدمنع،حتیٰ لقدرأیت عسکریاًمن اهل النجددفع بیده فی صدرامرأة قدقبلت شباك قبرالنبی صلی الله علیه وسلم فسقطت علٰی جنبها وانکشفت واناقائم بین یدی النبی صلی الله علیه وسلم اصلی واسلم علیه ۔ ولاشك ان الاستغراق فی المحبة یحمل علی الاذن فی ذٰلك للهائم المشتاق،والناس تختلف مراتبهم فی ذٰلك،فاناس حین یرونه لایملکون انفسهم بل یبادرون الیه،واناس فیهم اناة یتأخرون ،وماا حسن قول بعضهم

امر علی الدیار دیار لیلٰی اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وماحب الدیارشغفن قلبی ولٰکن حب من سکن الدیارا

(ج۱۰ص۵۰۳)

اہل علم تفصیل کے لیے اصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں مولانا محمد بشیر سہسوانی مرحوم نے جب حج کیااور باوجود طاقت ووسعت کے روضہ اقدس پروہ حاضر نہ ہوئے

اور ہندوستان لوٹ آئے تو اس مسئلہ کے وجہ سے ان پر اعتراض ہوا، انہوں نے اپنے دفاع میں ''القول المحقق المحکم'' کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر شائع کردیا۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بروقت اس کا جواب ''الکلام المبرم'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ فریق مخالف کی طرف سے اس کا جواب ''القول المنصور'' کے نام سے لکھا گیا۔

علامہ لکھنوی نے اس کا جواب ''الکلام المبرور فی ردالقول المنصور'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی مرحوم نے پورا زور لگا کر اپنے تئیں اس کا جواب ''المذھب المأثور فی زیارۃ سید القبور'' کے نام سے شائع کیا۔ حضرت علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب الجواب کے طور پر نہایت محققانہ اور لاجواب کتاب ''السعی المشکور فی ردالمذھب الماثور'' کے نام سے تحریر فرمائی جو یقیناً اپنے موضوع پر حرف آخر ہے۔

اس موضوع پر حضرت علامہ لکھنوی کے یہ رسائل ثلاثہ عرصہ دراز قبل شائع ہوکر نایاب ہوگئے تھے، ان کی سوانح اور حالات میں صرف ان کا نام رہ گیا تھا۔ احقر نے بھی پہلی مرتبہ غالباً ۱۳۹۸ھ میں ''نزھۃ الخواطر'' کی آٹھویں جلد میں ان کے نام پڑھے اور پھر آئندہ سال ''شرح وقایہ'' کے مقدمہ میں مزید ان کا تعارف ہوا، اس کے بعد حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بار بار ان کا تذکرہ سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان رسائل کا مطالعہ کیا ہے لیکن اب وہ نایاب ہیں، انہیں دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

احقر بھی کافی عرصہ سے ان کی تلاش میں تھا کہ ایک مرتبہ الندوۃ لائبریری چھترپارک حاضری کے موقع پر فاضل جلیل جناب مولانا شیر الرحمٰن سلمہ اللہ المنان نے یہ خوشخبری سنائی کہ یہ رسائل ثلاثہ انہیں مل چکے ہیں اور وہ ان پر تحقیقی کام کررہے ہیں،

احقر نے فوراً ان سے یہ رسائل منگا کر زیارت کی اور جلد سے جلد اس پر تحقیق کی تکمیل اور اشاعت کا مطالبہ کیا۔حق تعالیٰ فاضل موصوف سلمہ کو بہت بہت جزائے خیر دے کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے نہ صرف ان پر کام کیا بلکہ ایک فاضلانہ مقدمہ بھی ان پر تحریر فرمایا۔اب بفضلہٖ تعالیٰ تحقیق وترتیب کے بعد یہ تینوں رسائل عن قریب منظر عام پر آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان علمی جواہر پاروں سے اہل علم کو سیراب ہونے کی توفیق دیں اور ہمارے برادر عزیز مولانا شیر الرحمٰن صاحب سلمہ کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں،آمین۔وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمدو آله واصحابه اجمعین۔فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن ابن مسعود قال حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو الصادق المصدوق ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوماً نطفةً ثم یکون علقةً مثل ذٰلک ثم یکون مضغةً مثل ذٰلک ثم یبعث اللّٰه الیه ملکاً باربع کلمات فیکتب عمله واجله ورزقه وشقی وسعید ثم ینفخ فیه الروح فوالذی لااله غیره ان احدکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتٰی مایکون بینه وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل النار فیدخلها وان احدکم لیعمل بعمل اهل النار حتٰی مایکون بینه وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فیدخلها.(رواه البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا مادۂ تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک نطفہ کی شکل میں جمع رہتا ہے (یعنی پہلے چلہ میں کوئی غیر معمولی تغیر نہیں ہوتا، صرف خون میں کچھ غلظت آجاتی ہے اسی کو ''نطفہ'' کہا گیا ہے) پھر اس کے بعد اتنی ہی مدت منجمد خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے (اور اسی مدت میں اعضاء کی تشکیل اور ہڈیوں کی بناوٹ بھی شروع ہوجاتی ہے) پھر اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل چار باتیں لے کر ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے، یہ فرشتہ اس کے اعمال، اس کی مدت عمر اور وقت موت، اور اس کا رزق لکھتا ہے، اور یہ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت، پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت وبندگی کے لائق نہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر نوشتۂ تقدیر آگے آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے، اور انجام کار دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور (اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ) تم میں سے کوئی

دوزخیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر نوشتۂ تقدیر آگے آجاتا ہے، اور وہ جنتیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

اس حدیث میں دو مضمون بیان فرمائے گئے ہیں، شروع میں تو تخلیق انسانی کے ان چند مرحلوں کا ذکر ہے جن سے انسان نفخ روح تک رحم مادر میں گزرتا ہے (اور غالباً ان مرحلوں کا ذکر اگلے مضمون کی تمہید کے طور پر فرمایا گیا ہے) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس نوشتہ کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا فرشتہ نفخ روح کے وقت ہر پیدا ہونے والے انسان کے متعلق لکھتا ہے، جس میں اس کے اعمال، اس کی مدت حیات اور وقت موت اور روزی اور نیک بختی یا بدبختی کی تفصیل ہوتی ہے، حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا خاص منشاء اسی نوشتہ کے متعلق یہ بیان فرمانا ہے کہ یہ ایسا قطعی اور اٹل ہوتا ہے کہ ایک شخص جو اس نوشتہ میں دوزخیوں میں لکھا ہوتا ہے بسا اوقات وہ ایک مدت تک جنتیوں کی سی پاکبازانہ زندگی گزارتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ جنت سے بہت ہی قریب ہوتا جاتا ہے، لیکن پھر ایک دم اس کے رویہ میں تبدیلی ہوتی ہے اور وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور اس کے برعکس ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو فرشتہ کے نوشتہ میں اہل جنت میں لکھا ہوتا ہے، وہ ایک عرصہ تک دوزخیوں کی سی زندگی گزارتا رہتا ہے اور دوزخ کے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان گویا ایک ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہیں رہتا لیکن پھر ایک دم وہ سنبھل جاتا ہے اور اہل جنت کے اعمال صالحہ کرنے لگتا ہے، اور اسی حال میں مر کر جنت میں چلا جاتا ہے۔

اس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ کسی کو بداعمالیوں میں مبتلا دیکھ کر اس کے قطعی دوزخی ہونے کا حکم نہ لگانا چاہیئے کیا معلوم زندگی کے باقی حصہ میں اس کا رخ اور رویہ کیا ہونے والا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آج اعمال خیر کی توفیق کسی کو مل رہی ہے تو اس پر اس کو مطمئن نہ ہوجانا چاہیئے، بلکہ برابر حسن خاتمہ کے لیے فکرمند رہنا چاہیئے۔ (ج ا ص ۱۸۰)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا میں نے مسائل تصوف کی ایک فہرست لکھوائی ہے عنوانات التصوف، اس میں تصوف کے ان مسائل کی فہرست ہے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں، دو ہزار مسائل تو وہ ہیں جو سرسری نظر سے مجھے قرآن وحدیث سے مل گئے اور غور کرنے سے اور بھی نکل سکتے ہیں، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس فن کو مخترع اور محدث کہنا ظلم ہے اور جہاں کسی مسئلہ میں غلطی ہو رہی تھی اس غلطی پر بھی اطلاع دی گئی ہے۔

فرمایا امرتسر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تم نے شر القرون کے صوفیہ کی اپنی کتابوں میں حمایت کی ہے، میں نے جواب دیا کہ کیا شر القرون میں سب ہی شر ہیں، پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے صاف یہ لکھ دیا کہ جانچ کرنے آتا ہوں، مگر یہاں انہی کی جانچ ہوگئی، اس طرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھ پر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہیں تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوراً بول اٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی ومن لّم یستطع فعلیہ بالصّوم فانّہ لہ وجاء، اس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہیں ہوا، بس وہ تو ختم ہوگئے، دخل در معقولات کے بجائے دخل در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہوگئی، میں نے اس شخص سے کہا کہ روایت میں یہ لفظ ہے فعلیہ بالصّوم، علیٰ لزوم کیلئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج میں اعتقادی مراد نہیں ہوسکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اس لئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل

(روزے) رکھو اس کی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہوگی چنانچہ رمضان میں اول اول ضعف نہیں ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہوا بلکہ اخیر میں ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا اور راز اس میں یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہیں ہوتا بلکہ کھانے کا جو وقت معتاد بدلا جاتا ہے دوسرے وقت میں کھانا ویسے جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ضعف ہوتا ہے، پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دہر کی ممانعت میں کیونکہ جب وہی عادت ہوجائے گی تو قوت بہیمیہ میں ضعف نہ ہوگا، بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہیں پہچانا، میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے یعنی مثلاً سحری میں خوب کھالیا لیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کھانے کو ملا نہیں تو اس سے ضعف ہوا اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف میں صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی، بلکہ ایک حدیث میں تو روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں یہ لفظ ہیں من اشبع صائما اگر شبع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا، تب ان مولانا کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جاننا اور، اس پر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پڑھنا ہے اور ایک گُننا، تو گُننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گُننے کی مثال میں ایک حکایت فرمائی، ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے ان سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی، غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ میں بتایا، حافظ نے کہا کہ ہدایہ میں نہیں، اس نے کہا ہدایہ میں ہے لاؤ، ہدایہ آیا تو اس نے دکھایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے، یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہم نے مگر سمجھا تم نے، بس بعض لوگوں کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہیں ہوتی۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

تکفیر روافض اور علماء کرام کے فتاویٰ

(قسط ۱)

شرعی ضابطۂ تکفیر

تکفیر مسلم کے بارہ میں ضابطۂ شرعیہ یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو، یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف، ائمۂ اجتہاد میں واقع ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے، لیکن اگر کسی شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کر دیا ہو یا کوئی ایسی ہی تاویل وتحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنیٰ پیدا کرے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ کسی شخص یا جماعت کے متعلق عقیدۂ کفریہ رکھنا یا اقوال کفریہ کا کہنا متیقن طریق سے ثابت ہو جائے اور اس کا یقینی ثبوت مل جائے کہ اس شخص یا جماعت کا اس عقیدۂ کفریہ پر اعتقاد ہے لیکن اگر خود کسی موقع پر اسی میں شک ہو جائے کہ یہ شخص یا جماعت اس عقیدۂ کفریہ کی معتقد ہے یا نہیں اور اقوال کفریہ میں سے کسی قول کی قائل ہے یا نہیں تو جزماً وقطعاً اس طرح کے موقع شک میں حکم کفر نہیں لگایا جائے گا۔

اس لیے کہ کفر کا حکم لگانے میں احتیاط ضروری ہے اور مفتی وقاضی کا فرض ہے کہ وجوہ محتملہ میں سے اس وجہ کو اختیار کرے جس سے اسلام کا حکم لگایا جا سکے۔

وفی الجامع الفصولین: روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج الرجل

من الایمان الاجحودماادخله فیه ثم ماتیقن انه ردة یحکم بهاومایشك انه ردة لایحکم بها۔اذالاسلام الثابت لایزول بالشك مع ان الاسلام یعلووینبغی للعالم اذارفع الیه هٰذاان لایبادربتکفیراهل الاسلام مع انه یقضی بصحة الاسلام المکره۔

وفی الخلاصةوغیرها:اذاکان فی المسئلة وجوه توجب التکفیرووجه واحدیمنعه فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیرتحسیناًللظن بالمسلم زادفی البزازیةالااذاصرح بارادةموجب الکفرفلاینفعه التأویل ح۔ وفی التتارخانیة:لایکفربالمحتمل لان الکفرنهایته العقوبة فیستدعی نهایته فی الجنایة ومع الاحتمال لانهایة اھ۔(شامی ص۳۹۳ ج۳)

تکفیراورعدم تکفیر میں احتیاط کی ضرورت

فقہاءکرام کی ایسی عبارات سے واضح ہورہاہے کہ تکفیر کے معاملہ میں نہایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہےاس لیے کہ یہ مسئلہ نہایت نازک ہےاس میں بے باکی اورجلد بازی سے کام لینا سخت خطرناک ہے،کسی مسلمان پرکفرکاحکم لگانے میں حسب تصریح حدیث اس حکم لگانے والے کے کفرکاقوی اندیشہ ہے۔

شیخ ابوالمعالی کاارشادہے:

وکان سأله عن المسئلة فاعتذرله بان الغلط فیه یصعب لان ادخال کافرفی الملةالاسلامیة اواخراج مسلم عنهاعظیم فی الدین۔(’’شرح شفاء‘‘ فصل فی تحقیق القول فی اکفارالمتأ ولین ص۵۰۰ ج۲)

البتہ جس شخص یاجماعت کے بارہ میں کوئی عقیدہ یاقول کفرکایقینی طورپرثابت ہوجائے تواس پرتکفیرکردی جائے گی،اس صورت میں تکفیرنہ کرنے میں بے احتیاطی ہوگی

اور جس طرح کسی مسلمان کی تکفیر میں جلد بازی سے کام لینا اور بغیر قطعی ثبوت کے تکفیر کرنی سخت خطرناک ہے اسی طرح جو شخص یا جماعت اپنے کفریہ عقیدہ اور قول کی وجہ سے کافر ہوجائے اس کو مسلمان سمجھنا اور کافر نہ کہنا بھی اس سے کم نہیں ہے، جیسا کہ ''شرح الشفاء'' کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کو کافر کہنے کے متعلق ارشاد ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللّٰہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مؤمناً۔(پ۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا اسلام ظاہر کرے اور خود کو مسلمان کہے تو جب تک اس کے کفر کی پوری تحقیق نہ ہوجائے اس کو کافر کہنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ اس طرح اس کے بالمقابل کافر کو مسلمان کہنے کی ممانعت اس آیت کریمہ میں ہے:

اتریدون ان تھدوا من اضل اللّٰہ ومن یضلل اللّٰہ فلن تجدلہ سبیلاً۔(پ۵)

غرضیکہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ حضرات فقہاء اور متکلمین نے اس بات کو نہایت اہم اور دشوار گزار قرار دیا ہے جیسا کہ شفاء کی عبارت مذکور کے حوالہ سے اوپر گزرا ہے۔

روافض و شیعہ

اگر ان میں سے کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر یہ ثابت ہوجائے کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک عقیدہ کا بھی منکر ہے، اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہو اور صاف انکار کرنے سے براءت بھی کرتا ہو مثلاً قرآن مجید کے محرف و ناقابل اعتبار ہونے پر اگر کسی شخص کی ایسی صاف عبارت ہو کہ اس سے یقینی طور پر بھی مفہوم نکلتا ہو۔ پھر باوجود اس کے کہ وہ اپنی عبارت کو غلط مان کر اس سے رجوع نہیں کرتا مگر عقیدہ تحریف قرآن سے تبری

کرتا ہے تو اس تبری کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ باتفاق واجماع کافر ومرتد ہے۔اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں، نہ اس سے کسی مسلمان کا نکاح جائز۔

اور اگر نکاح کے بعد اس کا ایسا عقیدہ ہو گیا ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہ اس پر نماز جنازہ جائز،وغیرہ ذٰلك من الاحکام۔

اہل قبلہ اور ضروریات دین کی اصطلاح

ضروریات دین اصطلاح میں ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن کا ثبوت اسلام میں قطعی ویقینی وبدیہی ہو کہ عام مسلمان اس سے واقف ہوں اور اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین سے متفق ہوں۔

اعلم ان المرادباهل القبلة الذين اتفقواعلى ماهومن ضروريات الدين ۔(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۷)

ضروریات دین کا انکار

علامہ شامی کی عبارت ذیل بھی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار بھی موجب تکفیر ہے۔

نعم لا شك فى تكفيرمن قذف السيدة عائشة اوانكرصحبة الصديق رضى اللّٰه تعالٰى عنه اواعتقدالالوهية فى على رضى اللّٰه تعالٰى عنه اوان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى اونحوذٰلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن ۔(شامی ص ۴۰۶ ج ۳)

علامہ شامی کی دوسری عبارت ذیل بھی صراحۃً اس پر دال ہے فرماتے ہیں:

وبهٰذاظهران الرافضى ان كان ممن يعتقدالالوهية فى على اوان جبريل غلط فى الوحى اوكان ينكرصحبة الصديق اويقذف السيدة الصديقة

فھو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة بخلاف ماإذاکان یفضل علیاًاویسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر۔ (شامی ص۳۹۸ ج ۲)

اس عبارت میں ”فھو کافر“ **کی علت میں** ”لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورۃ“ فرمایا گیا ہے، مطلب واضح ہے کہ ضروریات دین جن کا ثبوت دین میں قطعی اور بدیہی طور پر ہو ان میں سے کسی قطعی بدیہی کا انکار و مخالفت موجب تکفیر ہے۔ ہر قطعی کا انکار بھی موجب تکفیر نہیں ہے جب تک وہ ضروریات اور بدیہیات میں داخل نہ ہو جائے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی شخص یا جماعت کی تکفیر کے وقت اس ضابطۂ تکفیر کو پیش نظر رکھا جائے اور کسی کی تکفیر کرتے اور اس پر حکم کفر لگاتے وقت اچھی طرح تحقیق کر لی جایا کرے کہ یہ امر جس کی بنا پر تکفیر کی جا رہی ہے ضروریات دین میں سے ہے۔

ایک اہم بات

دوسری بات جس کی تحقیق کی ضرورت تکفیر کرتے وقت ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص یا جماعت کیا واقعی اس امر موجب تکفیر کی قائل و معتقد ہے اور ان کی طرف اس امر کی نسبت یقینی طور پر ثابت ہے۔ اگر کسی امر کا موجب تکفیر ہونا اس کے ضروریات دین میں سے ہونے کی وجہ سے تو ثابت ہو مگر اس شخص یا جماعت کی طرف اس کی نسبت مشکوک ہو تو ایسی حالت میں اس پر حکم کو جزماً اور قطعاً نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر اگر یہ عقیدہ کفریہ اس کا اصلی ہو۔ اس سے پہلے صحیح اعتقاد کا حامل نہ ہو تب تو یہ شخص کافر ہے اور اگر اعتقاد صحیح کے بعد اس نے اس عقیدۂ کفریہ کو اختیار کیا ہو تو وہ مرتد ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

ولعل القائل بعدم حل مناكحتهم يحكم بردتهم بمااعتقدوه وهوبعيد لان ذٰلك اصل اعتقادهم فان سلم انه كفرلايكون ردة قال في البحروينبغي ان من اعتقدمذهبايكفربه ان كان قبل تقدم الاعتقادالصحيح فهومشرك وان طرأ عليه فهومرتد،اھ۔(شامی ص۳۹۸ج۲)

فرقہ اثناءعشری

اس فرقہ کا بطور ایک مستقل مذہب کی شکل میں وجود تیسری صدی ہجری کے آخر یا چوتھی صدی کے شروع میں ہوا تھا اور شروع سے ہی اس فرقہ کی تمام سرگرمیاں حیرت انگیز حد تک خفیہ اور زمین دوز رہی ہیں۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جیسے جیسے اسلام اور اہل سنت کے خلاف اس فرقہ کے جذبات ظاہر ہوتے گئے اس کے متعلق علماء اسلام شریعت کے احکام ظاہر فرماتے رہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ ساتویں آٹھویں صدی کا تھا۔اس دور میں اس فرقہ کی اسلام دشمنی کھل کر سامنے آچکی تھی ۔شام وفلسطین پر صلیبی حملوں کے موقع پر اس نے صلیبیوں کا جس طرح ساتھ دیا صلیبیوں نے شام پر قبضہ کے بعد جس طرح اس کو معتمد ومقرب بنایا تھا۔

پھر آٹھویں صدی ہجری میں تاتاریوں کے شام پر حملہ کے وقت بھی جس طرح اس فرقہ نے کھل کر ان کا ساتھ دیا تھا۔اس کی وجہ سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف میں سختی کا آنا قدرتی امر اور تقاضائے وقت کے مطابق تھا جیسا کہ ان کی کتاب ''منہاج السنۃ'' سے ظاہر ہے۔تاتاری کفار کے اسلامی ملکوں میں راہ پانے میں سب سے زیادہ دخل اس فرقہ کا تھا۔

ابن علقمی اور طوسی وغیرہ کی دشمن نوازی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشیں سب کو معلوم ہو چکی ہیں۔اسی طرح حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے بعد کے اکابر کا شیعیت کے بارہ میں جو موقف رہا ہے وہ ان کی تصنیفات سے واضح ہے۔

اکابر علماء کا جرأت مندانہ اقدام

اس لیے یہ کہنا کہ ہمارے گزشتہ دور کے علماء کرام نے شیعیت کے بارہ میں سخت رویہ اختیار نہیں کیا یا ان حضرات علماء کو کتب شیعہ سے واقفیت حاصل نہیں تھی، صحیح نہیں ہے۔

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شیعیت کے ضلال اور خطرے سے باخبر کرنے کے لیے ہمارے اکابر علماء نے ہمیشہ جرأت مندانہ اقدام کیا ہے اور انہوں نے اس فرقہ کے عقائد کفریہ سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کو آگاہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ چند اکابر علماء کی عبارتیں پیش ہیں:

امام ابن حزم اندلسی متوفیٰ ۴۵۶ھ

امام ابن حزم اندلسی نے ''الفصل فی الملل والاھواء والنحل'' میں امامیہ یعنی شیعہ اثناءعشریہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

ومن قول الامامية كلهاقديماًوحديثاًان القرآن مبدل زيدفيه ماليس منه ونقص منه كثيروبدل كثير۔

اس عبارت میں تصریح ہے کہ فرقہ امامیہ قرآن کریم میں تبدیلی کمی زیادتی کا قائل ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانچویں صدی ہجری میں ہی امامیہ کے عقیدۂ تحریف قرآن کا علم علماء کرام کو ہو گیا تھا اور اس عقیدۂ تحریف کی وجہ سے روافض پر کفر کا حکم بھی لگا دیا گیا تھا جیسا کہ اگلی عبارت میں اس کی تصریح آ رہی ہے۔

انہی امام ابن حزم نے اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ اسلام اور قرآن کریم پر عیسائیوں کے کچھ اعتراضات نقل کئے ہیں۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ "الروافض یزعمون ان اصحاب نبیکم بدلواالقرآن واسقطوامنه وزادوافیه"۔

اس اعتراض کے جواب میں امام ابن حزم فرماتے ہیں:

واما قولهم فی دعوی الروافض بتبدیل القراء ت فان الروافض لیسوا من المسلمین۔ (الفصل لابن حزم ص ۷۸ ج ۲ بحوالہ متفقہ فیصلہ ص ۸۴)

اس عبارت میں روافض کے خارج از اسلام ہونے کی تصریح ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ

حضرت قاضی صاحب نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں شیعوں کے بارے میں کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاًیتوصل به الیٰ تضلیل الامة وتکفیر جمیع الصحابة۔ (الشفاء ص ۲۸۶ ج ۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وکذٰلك من انکرالقرآن اوحرفاًمنه اوغیر شیئامنه اوزادفیه۔ (الشفاء ص ۲۸۹ ج ۲)

آگے فرماتے ہیں:

وکذٰلك نقطع بتکفیر غلاة الروافضة فی قولهم ان الائمة افضل من الانبیاء۔ (الشفاء ص ۲۹۰ ج ۲)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول'' میں فرماتے ہیں:

قال ابوبكربن هلال لاتؤكل ذبيحة الرافضة والقدرية كمالاتوكل ذبيحة المرتدمع انه تؤكل ذبيحة الكتابى لان هؤلاء يقومون مقام المرتد۔ (ص۵۷۵)

علامہ علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

من جحدالقرآن اى كله اوسورة منه اوآية۔(ص۵۳۰)

نیز فرماتے ہیں:

انهم يعتقدون كفرا اكثرا كابرالصحابة فضلاًعن سائراهل السنة والجماعة فهم كفرة بالاجماع بلانزاع۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ تتمہ مظاہرحق)

علامہ بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی

علامہ عبدالعلی ''شرح مسلم الثبوت ،فواتح الرحموت'' میں فرماتے ہیں:

ونقل فى مجمع البيان عن بعض شياطينهم الذين هم عندهم ثقات انه ذهب من القرآن آيات كثيرة والعياذبالله لايعلمهاالاالمعصوم وسيبينها الامام المهدى الموعودمع انه قدتواتران القرآن هوهذا۔(ص۱۱۹ج۲)

اس کے بعد ص۳۸۸ ج۲ پر ضابطہ تکفیر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(الامن انكرضروريا)من الدين وكان بحيث لامساغ للشبهة فى كون انكاره خروجاًمن الدين كالاركان الاربعة وحقية القرآن۔

یعنی ارکان اربعہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج کی طرح حقیقت قرآن کا انکار بھی موجب تکفیر ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

واعلم انى رأيت فى مجمع البيان تفسيربعض الشيعة ذهب

بعض اصحابهم الٰى ان القرآن العياذ بالله كان زائداًعلٰى هٰذاالمكتوب المقرو، قدذهب بتقصيرمن الصحابة الجامعين العياذبالله ولم يختر صاحب ذٰلك التفسيرهٰذاالقول ،فمن قال بهٰذاالقول فهوكافرلانكاره الضرورى فافهم۔ (ص۳۸۸ج۲)

علامہ بحرالعلوم کی یہ عبارت واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کی تحریف کا قائل اور اس میں اس مکتوب سے زائد کا قول کرنے والا کافر ہے۔اس لیے کہ وہ ضروریات دین میں سے ایک ضروری بات ''حقیقت قرآن'' کا انکار کرتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ علامہ کی تکفیر روافض ''ضروریات دین'' میں سے کسی امر ضروری کے انکار پر ہی مبنی ہے۔جو شخص بھی تحریف قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے۔اس لیے کہ حفاظت اور حقیقت قرآن کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

علامہ کمال الدین المعروف بابن الھمام متوفیٰ ۶۸۱ھ

علامہ ابن الہمام نے ''فتح القدیر'' شرح ہدایہ باب الامامۃ میں تحریر فرمایا ہے:

وفى الروافض ان من فضل علياًعلى الثلاثة فمبتدع وان انكرخلافة الصديق اوعمررضى الله عنهمافهوكافر۔(ص۲۴۸ج۱)

اور جلد۲ص۳۷۴باب النکاح میں فرماتے ہیں:

واماالمعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لان الحق عدم تكفير اهل القبلة وان وقع الزاماًفى المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بعدم العالم ونفى العلم بالجزئيات على ماصرح به المحققون واقول وكذاالقول بالايجاب بالذات ونفى الاختيار۔

قال حكيم الامة التهانوى ومن مخالفة القواطع اعتقادالزيادة فى القرآن

اوالنقص منه۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۳۹ ج ۵)

فتاویٰ عالمگیریہ

الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما (العیاذ بالله) فهو کافر وان کان یفضل علیاً (کرم الله وجهه) علی ابی بکر (رضی الله تعالٰی عنه) لایکون کافراً الا انه مبتدع ۔

اس سلسلہ کلام کے آخر میں فرمایا گیا ہے:

وهؤلاء القوم خارجون عن سلسلة الاسلام، واحکامهم احکام المرتدین ۔

فتاویٰ شامیہ

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کی عبارت "نعم لا شك فی تکفیر من قذف الخ" پہلے گزر چکی ہے۔

ان تمام گزشتہ عبارات سے ہمارے ناظرین کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اس فرقہ اثناءعشریہ کے ظہور وشیوع کے وقت سے ہی علماء اسلام اس کے عقائد کفریہ کی بنا پر اس کی تکفیر کرتے آرہے ہیں، اور ہر زمانہ میں اس کے عقائد کفریہ کا ذکر اکابر علماء اور فقہاء اسلام کی کتابوں اور فتاویٰ میں کیا جاتا رہا ہے۔

اوپر گزر چکا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں منظّم طور پر اس فرقہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اور اسی وقت سے علماء اسلام اس کے خلاف اسلام عقائد سے اطلاع پاکر اس پر حکم کفر لگاتے آرہے ہیں۔

عقیدۂ تحریف قرآن

اس فرقہ کی حدیث کی صحیح ترین کتاب ''الجامع الکافی'' ہے۔اس کے مؤلف

ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی ہیں جن کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی، ان کے شیخ علی بن ابراہیم قمی ہیں جنہوں نے غیبت صغریٰ کا پورا زمانہ پایا اور کچھ زمانہ شیعوں کے گیارھویں امام حسن عسکری کا بھی پایا۔ امام حسن عسکری کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی اور شیخ ابراہیم قمی کی ۳۰۷ھ میں۔ ان کی ایک ''تفسیر قمی'' کے نام سے شیعہ کی معتبر ترین اور قدیم ترین تفسیر ہے۔

یہ دونوں عالم اس فرقہ کے اکابر محدثین اور مفسرین میں شمار ہوتے ہیں اور اس مذہب میں سند و اعتماد کا درجہ ان کو حاصل ہے۔ ان میں ایسی روایات ان کے ائمہ معصومین کی ہیں جن سے قرآن مجید کا محرف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ ان کے علماء مجتہدین نے اپنی کتابوں میں ان روایات تحریف کے متواتر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ساتھ ہی ان کا یہ بھی اقرار ہے کہ تحریف قرآن پر ان روایات کی دلالت صاف اور صریح ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے مختلف زمانوں میں شیعوں کے اکابر علماء مجتہدین نے قرآن کریم کے محرف ہونے کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

کتاب ''فصل الخطاب'' کی استنادی حیثیت

کتاب" فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"عربی زبان میں اس سلسلہ کی بڑی اہم کتاب ہے۔ اس کے مصنف علامہ حسین محمد تقی نوری طبرسی اس فرقہ کے بڑے مجتہد اور خاتم المحدثین ہیں۔ یہ کتاب تیرھویں صدی کے آخر میں لکھی گئی ہے اس کتاب میں مصنف نے قرآن کریم میں ہر طرح کی تحریف ثابت کرنے کے لیے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اور ان کتابوں کی طویل فہرست بھی دی ہے، جو مختلف زمانوں میں شیعہ اثناء عشریہ کے اکابر علماء مجتہدین نے موجودہ قرآن کو محرف ثابت کرنے کے لیے لکھی ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر اس میں شک نہیں رہتا کہ فرقہ اثناء عشریہ کا عقیدہ قرآن پاک کے بارہ میں یہی ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔

اہل تشیع کا مجتہد اعظم

اس جگہ یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ یہ علامہ طبرسی نوری شیعوں کے بڑے عالی مقام محدث اور مجتہد تھے۔۱۳۲۰ھ میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کو نجف اشرف میں ''مشہد مرتضوی'' کی عمارت میں دفن کیا گیا جو شیعہ حضرات کے نزدیک روئے زمین کا مقدس ترین مقام ہے، جہاں صرف ایسے ہی شیعہ اکابر و مشائخ دفن ہو سکتے ہیں جن کو شیعی دنیا میں عظمت و تقدس کا مقام حاصل ہے اور ان کو ائمہ معصومین کا خاص درجہ کا وارث و نائب مانا جاتا ہو۔(بحوالہ متفقہ فیصلہ ص۷۳)

تیسری صدی اور عقیدۂ تحریف

مذہب فرقہ اثناء عشریہ کی معتمد ترین کتابوں کی تصنیف کا پتہ تیسری صدی میں ''تفسیر قمی'' سے لگتا ہے۔اس سے پہلے معلوم نہیں کہ کوئی مستند کتاب اس مذہب کی لکھی گئی ہو جس سے اس عقیدہ تحریف کے بارہ میں معلومات حاصل ہوتیں، تیسری صدی میں اس عقیدہ تحریف کا ظہور ''تفسیر قمی'' کے ذریعہ ہوا۔

چوتھی صدی کے قریباً وسط میں سب سے پہلے صدوق ابن بابویہ قمی (متوفی ۳۸۱ھ) نے اور اس کے بعد پانچویں صدی میں شریف مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ھ) اور شیخ ابوجعفر طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) نے اور چھٹی صدی ہجری میں ابوجعفر طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان (متوفی ۵۴۸ھ) نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کو عام مسلمانوں کی طرح محفوظ اور غیر محرف مانتے ہیں مگر اوپر کی تفصیل سے واضح ہے کہ عام علماء شیعہ نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کے ائمہ معصومین کی متواتر اور صریح روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کی تردید میں مستقل کتابیں لکھ دیں جیسا کہ ''فصل الخطاب'' کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔

اہل تشیع کا افتراء

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی تحریف وغیرہ سے متعلق جو روایتیں کتب شیعہ میں ائمہ اہل سنت کی طرف منسوب کی گئی ہیں ہمارا یقین یہ ہے کہ یہ ان بزرگوں پر شیعہ مذہب گھڑنے والوں اور ان کے مصنفین کا بہتان اور افتراء ہے، ان بزرگان دین کا دامن اس طرح کی موجب کفر باتوں سے بالکل پاک وصاف ہے۔

تکفیر روافض کی چند وجوہ

اس مختصر تحریر میں شیعوں کی تکفیر کی جو وجوہات اب تک اوپر مذکور ہوئی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) عقیدہ تحریف قرآن۔

(۲) قذف سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا اعتقاد۔

(۵) حضرت جبریل علیہ السلام کے وحی میں غلطی کرنے کا اعتقاد۔

(۶) تکفیر جمیع الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۷) ائمہ کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے کا اعتقاد۔

(۸) خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا خلافت عمر رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا۔

(۹) سب الشیخین ولعنہما۔

(۱۰) تکفیر اکثر الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور جن حضرات علماء کرام نے شیعوں کی تکفیر کی ہے اور ان کا ذکر اوپر آچکا ہے ان

کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) امام ابن حزم اندلسی (متوفیٰ ۴۵۶ھ)

(۲) قاضی عیاض مالکی (متوفیٰ ۵۴۴ھ)

(۳) حضرت علامہ ابن الہمام حنفی (متوفیٰ ۶۸۱ھ)

(۴) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ حنبلی (متوفیٰ ۷۲۸)

(۵) فتاویٰ عالمگیریہ کے مصنفین۔

(۶) علامہ ملا علی القاری الحنفی (متوفیٰ ۱۰۱۴ھ)

(۷) علامہ بحر العلوم لکھنوی (متوفیٰ ۱۲۲۵ھ)

(۸) علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین الشامی (متوفیٰ ۱۲۵۳ھ)

سبِّ شیخین کا حکم

ان وجوہات تکفیر میں بعض میں اختلاف بھی ہے اور بعض میں سَب کا اتفاق ہے بعض علماء سبِّ شیخین کی بنیاد پر شیعوں کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں اور سبِّ شیخین کو موجب کفر قرار نہیں دیتے کیونکہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے جس سے ایمان زائل نہیں ہوتا اور یہ دشنام و بدگوئی کسی تأویل کی بنا پر ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسالہ ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' میں اس مسئلہ کی تحقیق اور وضاحت فرمائی ہے لیکن ہمارے بہت سے فقہاء نے روافض کی تکفیر صرف سب شیخین کی بنیاد پر ہی کی ہے۔علامہ شامی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محل کا مؤقف بھی یہی ہے۔اس کی کسی قدر تفصیل آگے آرہی ہے۔

حضرت امام مالک (متوفیٰ ۱۷۹ھ)۔ائمہ اربعہ میں حضرت امام مالک مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام ممتاز ہے،انہوں نے خلیفۂ وقت ہارون الرشید کے ایک سوال کے

جواب میں صراحۃً روافض کو خارج از اسلام قرار دیا تھا۔اس پورے واقعہ کا ذکر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۰۴ھ) نے ''الاعتصام'' میں فرمایا ہے اس کے بعض الفاظ یہ ہیں:

قال لمالك هل لمن سب اصحاب رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى الفئ حق؟قال لاولا كرامة ولامرة قال من اين قلت ذٰلك قال قال الله عزوجل ليغيظ بهم الكفارفمن عابهم فهو كافرولا حق لكافر فى الفئ ۔ (الاعتصام ص۲۶۱ ج۲)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات کے علاوہ ایک مستقل رسالہ ''رد روافض'' بھی تحریر فرمایا جو دراصل علماء ماوراء النہر کے اس فتویٰ کی تائید میں تھا جو انہوں نے روافض کی تکفیر کے سلسلہ میں تحریر فرمایا تھا۔اس میں مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے:

وشک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ اند بلکہ افضل ایشاں پس تکفیر بلکہ تنقیص ایشاں موجب کفر و زندقہ وضلالت باشد کما لا یخفیٰ ۔(ص ۳۱)

اور اس میں شک نہیں کہ شیخین صحابہ میں سب سے افضل ہیں پس ان کی تکفیر بلکہ تنقیص بھی موجب کفر و زندقہ وضلالت ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور حضرت مجدد صاحب کے ارشادات سے جیسے تکفیر صحابہ کا کفر ہونا معلوم ہوتا ہے۔سبِّ صحابہ کا کفر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔حضرت امام مالک کا آیت کریمہ سے اس پر استدلال بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ سبِّ صحابہ موجب کفر ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکفیر روافض کا سلسلہ دوسری صدی سے جاری ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر اس زمانہ تک ہر دور میں اکابر علماء کرام نے شیعوں کی تکفیر کی ہے۔ (جاری............)

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم ۔لاہور

ہندوستان کا ایک یادگار سفر (قسط۲)

رائے پور شریف کو روانگی

اس کے بعد پروگرام کے مطابق قافلہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری خلیفہءاعظم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خانقاہ رائے پور شریف کی طرف رواں دواں ہوا۔ راستہ انتہائی خستہ اور سڑک ٹوٹی پھوٹی تھی ۔معلوم ہوا کہ بارشیں زیادہ ہونے کی وجہ سے سڑک ٹوٹ پھوٹ گئی۔ راستہ بے شک تکلیف دہ تھا لیکن رائے پور کی شریف کی محبت اور عقیدت کی وجہ سے اس تکلیف کا کسی بھی ساتھی کو احساس نہیں ہوا۔ ٹھیک عصر کی نماز کے وقت قافلہ خانقاہ شریف میں داخل ہوا، وہاں پر عجیب وغریب قسم کا سکون، روحانیت، نورانیت محسوس ہو رہی تھی ۔ وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرت کی خانقاہ ہی میں عصر کی نماز باجماعت ادا کی گئی اور خانقاہ کے ذمہ دار حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔حضرت مفتی صاحب اس وقت معذور ہیں حتیٰ کہ بات چیت بھی نہیں کر سکتے ۔بس ان سے سلام دعا اور کھڑے کھڑے ان کی زیارت پر اکتفا کیا گیا۔ خانقاہ شریف میں نماز کے بعد تمام حضرات کے دل میں عجیب وغریب انداز میں ذکر کرنے کا داعیہ پیدا ہوا اور سب حضرات نے نماز کے بعد اپنے طور پر ذکر کرنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر ذکر کرنے کے بعد اہلِ خانقاہ نے بھی قافلے کا خوب اکرام فرمایا اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب کے بارے میں کچھ کتابیں بھی عنایت فرمائیں ۔ اس کے بعد حضرت رائے پوری کے مزارِ پرانوار پر بھی حاضری نصیب ہوئی ۔آپ کے پہلو میں آپ کے بھانجے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری بھی آرام فرما ہیں ۔ان سب

حضرات کی خدمت میں سلام اور ایصالِ ثواب کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی ۔ یہاں سے فارغ ہوکر دیو بند روانگی ہوئی ۔مغرب کی نماز راستے میں ایک جگہ ادا کی گئی وہاں بھی ماشاءاللہ مسجد میں مدرسہ قائم ہے اور دارالعلوم دیو بند کے ہی ایک فاضل اس کا نظام چلا رہے ہیں ۔مغرب کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد دیو بند کے لئے روانہ ہوئے ۔ یہ سڑک بھی انتہائی خستہ اور خراب تھی ۔معلوم ہوا کہ یہ بھی بارشوں کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ بہرحال رات تقریباً نوساڑھے نو بجے قافلہ دارالعلوم کے مہمان خانہ میں بخیریت پہنچا۔ حضرت مولانا سید ارشد مدنی اوران کے برادر مولانا سید اسجد مدنی اور دیگر اکابر برابر انتظار اور رابطے میں تھے ۔عشاء کی نماز مہمان خانے میں ہی باجماعت ادا کی اس کے بعد کھانا لگ گیا۔کھانے سے فارغ ہوکر خیال تو یہ تھا کہ جلد ہی ف آرام کے لئے لیٹ جائیں گے کہ دن بھر سفر کیا اور خوب تھکن تھی ۔مگر دارالعلوم کے طلباء اور اساتذہ نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ مہمانوں کے پاس آئے اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ مجھے کچھ خدمت کا موقع دیا جائے ۔ بالآخر گیارہ ساڑھے گیارہ بجے مہمان خانے کے ذمہ داران نے ان حضرات سے معذرت کی اور مہمان خانے کا دروازہ بند کیا۔صبح نمازِ فجر کے لئے پھر چھتہ مسجد میں حاضری ہوئی اور اشراق تک وہیں اپنے معمولات پورے کئے ۔اشراق کی نماز پڑھ کر جب اپنی منزل (مہمان خانہ) میں حاضری ہوئی تو حضرات مدنی برادران انتظار میں تھے۔ناشتے سے فارغ ہوئے تو مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ آج دوپہر کھانے پر دارالعلوم کے دیگر اساتذہ کرام کو بھی میں نے مدعو کیا ہے کہ کھانا آپ حضرات کے ساتھ تناول فرمائیں ،اور آپس میں ملاقات اور تعارف بھی ہوجائے ۔مزید یہ فرمایا کہ آج آپ مقامی زیارات کرلیں چنانچہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے خطیب الاسلام حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم عالیہ سے

انہی حضرات نے وقت لیا اور قافلے کو ملاقات کے لئے روانہ فرما دیا۔ چنانچہ قافلہ حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب قاسمی کے دولت خانہ پر پہنچا وہ پہلے سے انتظار میں تھے۔ بیماری اور معذوری کے باوجود حضرت نے اور حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سفیان قاسمی نے والہانہ استقبال فرمایا اور چائے وغیرہ سے قافلے کا اکرام کیا۔ کافی دیر تک حضرت مولانا سالم صاحب حضرت نانوتوی کے حالات وواقعات بیان فرماتے رہے اور قافلے کے افراد میں ہر ایک سے خیریت معلوم فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ میرا قیام زندگی بھر اسی حجرہ میں رہا جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسکن تھا۔ آخر میں حضرت نے تمام قافلے کے لئے دعائے خیر فرمائی اور مصافحہ کے ساتھ قافلے کو رخصت فرمایا۔

قبرستان قاسمی

حضرت مولانا سالم صاحب کے گھر سے رخصت ہو کر قافلہ قبرستان قاسمی روانہ ہوا۔ قبرستان بہت سارے اکابر اہل اللہ اور علماء کا مقبرہ ہے۔ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ گرامی سے منسوب ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ میں جبالِ علم اور اولیاء اللہ کے شہر اور مسکن میں آگیا ہوں۔ چنانچہ جب حاضری ہوئی تو واقعتاً یہی احساس اس گناہ گار کے دل میں پیدا ہوا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی (جن کے فتاوٰی دارالعلوم سے شب وروز ہم استفادہ کرتے ہیں) حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب، حضرت مولانا وحید الزمان کیرانوی صاحبِ القاموس الوحید اور دیگر بہت سارے اکابر اہل اللہ قدس اللہ اسرارھم کی قبورِ مطہرہ کی زیارت اور سلام اور

ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل ہوئی۔اسی قبرستان کے دوسرے کنارے پرحضرت حاجی عابد حسین مرحوم آرام فرما ہیں جو کہ دارالعلوم کے بانیوں میں سے ایک ہیں۔اورسب سے پہلے دارالعلوم کے لئے انہوں نے چندہ اکٹھا فرمایا،آپکے مزار پر بھی حاضری نصیب ہوئی۔

دارالعلوم وقف میں حاضری

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قافلہ حضرت مولانا سالم صاحب کا قائم فرمودہ دارالعلوم وقف کے لئے پیدل روانہ ہوا،معلوم ہوا کہ راستے میں ایک اورعظیم الشان ہستی آرام فرما ہیں،ان کی بھی زیارت ہوگی۔چنانچہ کچھ دور چل کر راستے کے بائیں جانب امام المحدثین استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ انورشاہ کشمیری کا مزار پرانوار ایک چاردیواری کے اندر ہے۔بلکہ جب اندر حاضری ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب کا خاندان ہی یہاں آرام فرما ہے،یعنی حضرت اور حضرت کے صاحبزادگان مولانا انظر شاہ کشمیری اور مولانا اظہر شاہ قیصر وغیرہ۔ان حضرات کی خدمت میں سلام اور ایصالِ ثواب قریب ہی حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری صاحب کا قائم فرمودہ معہد الانوار اور ایک عظیم الشان مسجد کی زیارت نصیب ہوئی۔تھوڑے ہی فاصلے پر مولانا سالم صاحب کا قائم فرمودہ دارالعلوم ہے جو وسیع وعریض رقبہ پر قائم ہے۔اس میں حاضری ہوئی تو دارالعلوم میں اس وقت اسباق ہو رہے تھے۔جب اساتذہ اور طلباء کو قافلے کی آمد کی اطلاع ملی تو اسباق چھوڑ کر اور درسگاہوں سے نکل کر سب حضرات نے قافلے کا پرجوش استقبال فرمایا اور علمائے حق کے بارے میں خوب نعرے لگائے۔اور جوشِ محبت کا اظہار فرمایا۔تھوڑی دیر ہم لوگ دارالعلوم میں رہے،اس کے بعد لینے کے لئے گاڑیاں دارالعلوم وقف ہی میں پہنچ گئیں۔کیونکہ ایک تو دھوپ کچھ تیز ہوگئی اور دوسرے یہ ارادہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند سے براہِ راست شرفِ تلمذ حاصل کیا جائے اور بخاری شریف کے درس میں شرکت کی جائے۔بخاری شریف جلدِ اول

حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے زیرِ درس ہے اور ان کا سبق ساڑھے دس بجے شروع ہوگا۔ چنانچہ جلد ہی گاڑیوں کے ذریعے دارالعلوم میں واپسی ہوئی اور درسگاہ کے اندر پہنچ گئے۔ طلباء کی کثرت کی وجہ سے دورۂ حدیث کے اسباق دارالعلوم کی عظیم الشان جامعہ مسجد رشید کے تہہ خانے میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ جب حاضر ہوئے تو سبق شروع ہو چکا تھا مگر ہمیں احترام کے ساتھ شیخ الحدیث صاحب کے قریب جگہ دی گئی۔ سبق میں کتاب الحج چل رہی تھی۔ شیخ الحدیث صاحب خود ہی حدیث کی تلاوت فرماتے اور اس کا مـاله و ما عليه بالاختصار بیان فرماتے تھے۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک ہم لوگ شریکِ درس رہے۔ اتنے میں مہمان خانے سے ایک پرچی آئی کہ مہمانوں کا کھانے پر انتظار کیا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے وہ پرچی پڑھ کر سنائی اور ساتھ ہی سب حضرات کو اجازتِ حدیث مرحمت فرمائی اور شرکائے قافلہ سے فرمایا کہ ہمارا سبق تو ابھی دیر تک چلے گا اس لئے آپ حضرات جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا مقصد الحمد اللہ پورا ہوگیا کہ دارالعلوم کے دارالحدیث میں اللہ تعالیٰ نے شرفِ تلمذ نصیب فرمایا اور اجازتِ حدیث کی سعادت بھی نصیب فرمائی، فلله الحمد على ذلك۔

یہاں سے فارغ ہو کر مہمان خانے میں حاضری ہوئی تو واقعی کھانے پر انتظار ہو رہا تھا۔ کھانا کھایا اور وہاں موجود علماء اور اساتذہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ نمازِ ظہر کے بعد کچھ دیر قیلولہ مسنونہ کیا اور پھر تقریباً تین بجے دارالافتاء کھلا تو اس میں احقر کو حاضری نصیب ہوئی، کیونکہ صبح مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری اور حضرت مولانا زین الاسلام صاحب احقر کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے عہد لیا کہ ظہر کے بعد آپ دارالافتاء میں تشریف لائیں گے۔ احقر نے اپنی سعادت سمجھی کہ دارالعلوم کے دارالافتاء میں کچھ وقت نصیب ہو جائے، چنانچہ

عصر کی اذان تک دارالافتاء میں حاضری رہی اور یہاں کے تمام مفتی صاحبان اور ان کے نائبین اور متخصصین کے ساتھ مختلف مسائل پر دلچسپ اور علمی گفتگو رہی۔ سب حضرات نے اس مجلس کو بہت سراہا اور زعفرانی مجلس قرار دیا۔ اور آخر میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدھم نے کتاب غنیۃ الناسک مطبوعہ ہند اور فتاوٰی دارالعلوم دیو بند کی اٹھارویں جلد احقر کو بطور ہدیہ پیش فرمائی، فجزاھم الله احسن الجزاء!

اذانِ عصر پر مجلس برخاست ہوئی۔ احقر اور مفتی محمود حسن صاحب (مفتی محمود حسن صاحب سے احقر کا بہت دیرینہ، مشفقانہ اور برادرانہ تعلق ہے) نے طے کیا کہ عصر کی نماز چھتہ مسجد میں ادا کریں گے کہ نمازِ عصر کے بعد حضرت الشیخ الحاج حافظ محمد طیب صاحب کی زیارت بھی نصیب ہو جائے گی اور نماز بھی ان کی معیت میں ادا کریں گے۔ بہر حال نمازِ عصر تو چھتہ مسجد میں باجماعت ادا کی مگر حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے مسجد میں تشریف نہ لا سکے، لہذا ہم لوگ باہر نکلنے لگے تو حضرت ایک طالبعلم کے سہارے سے تشریف لے آئے تو پھر زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ کچھ دیر مسجد میں بیٹھنے کے بعد معلوم ہوا کہ قافلہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے مکان کی زیارت کے لئے جا رہا ہے اور ہمارے پاس چھتہ مسجد سے ہی گزر کر جانا ہے، چنانچہ مفتی محمود صاحب اور احقر بھی حضرت سے اجازت لے کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر اندر گلیوں میں مفتی محمود صاحب نے بتلایا کہ یہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا مکان تھا اب وہاں مسجد عثمانی کے نام سے مسجد بنی ہوئی ہے۔ تھوڑا آگے چل کر ایک گلی میں مکان میں حاضری ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مکان حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا ہے۔ ایک آدھ کمرہ تو پرانی حالت میں ہے۔ وہاں کتابوں کی جلد بندی کا کام ہو رہا تھا۔ ایک بیٹھک میں ہمیں بٹھایا گیا اور اہلِ خانہ نے مشروبات اور فواکہ سے

بہت اکرام فرمایا۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم کی قدیمی مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد دارالعلوم کی عظیم الشان جامع مسجد رشید میں حاضری ہوئی۔ کیونکہ یہاں حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم نے وفد کے استقبال میں ایک عظیم الشان جلسے کا اعلان فرما رکھا تھا۔ چنانچہ احقر اور مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری قدیمی مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد جب مسجد رشید میں پہنچے تو مسجد باوجود اپنی کشادگی اور وسعت کے تنگی کا سامان پیش کر رہی تھی اور اوپر گیلریاں تک کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ ہمارے پہنچتے ہی پروگرام کا اعلان ہوا کہ اس جلسے کی صدارت دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری فرمائیں گے۔ دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تجوید کے ایک مدرس نے تلاوتِ کلام پاک سے جلسے کا آغاز کیا، اس کے بعد نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی گئی۔ پھر دارالعلوم ہی کے تین طلباء نے مل کر دارالعلوم دیوبند کا مشہور ترانہ نہایت خوش آوازی سے سنایا۔ اس کے بعد چند چند منٹ مختلف حضرات کی تقاریر ہوئیں۔ جس میں خادم بھی شامل تھا۔ چند منٹ اس اپنے مادر علمی میں اللہ تعالیٰ نے چند کلمات عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ شرکائے وفد میں آخری تقریر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی ہوئی اور آخر میں چند نصیحتی کلمات اور دعا صدر مجلس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نے فرمائی۔ جبکہ ابتداء میں شرکائے قافلہ کے لئے استقبالیہ کلمات دارالعلوم کے استاذ حدیث اور جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند نے فرمائی۔ یہ جلسہ عشاء کی اذان تک جاری رہا اور جلسے کی وجہ سے اذان کچھ تاخیر سے ہوئی اور اذان کے بعد مختصر وقفہ کے بعد عشاء کی نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی۔ اور

نماز کے فوراً بعد شرکائے وفد کے لئے حکم تھا کہ نماز پڑھتے ہی مسجد کے گیٹ پر آجائیں کہ وہاں گاڑیاں کھڑی ہونگی ، ان پر سوار ہوکر کھانے کے لئے مخدوم محترم حضرت مولانا سید اسجد مدنی دامت برکاتہم کے ادارے میں جانا ہے۔ چنانچہ جب وہاں حاضری ہوئی تو مہمانوں کے علاوہ دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے خاندان کے بعض افراد بھی وہاں جمع تھے،جن میں خاص طور پر حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند جو کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے داماد بھی ہیں اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری وغیرہ ان سب حضرات سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد کھانا شروع ہوا۔کھانا ماشاءاللہ بہت ہی پرتکلف جس میں مور کے گوشت کے کباب شامل تھے۔ جو کہ زندگی میں پہلی مرتبہ کھانے نصیب ہوئے۔کھانے کے دوران بھی آپس میں انتہائی محبت ،شفقت کی باتیں اور علمی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت مولانا سید اسجد مدنی زیدمجدھم کی طرف سے تمام حاضرین کوایک ایک نسخہ الجمعیت کا نمبر فدائے ملت بطور ہدیہ کے پیش کیا گیا جو کہ ہمارے لئے نہایت ہی قابلِ فخر بات ہے۔ تقریباًرات گیارہ بجے اس پروگرام سے فراغت پانے کے بعد دارالعلوم کے مہمان خانہ میں واپسی ہوئی۔ رات کچھ آرام کیا،صبح کو پھر اپنے اپنے معمولات میں مشغول ہونے اور ناشتے کے بعد احقر کے شیخ حضرت مولانا حافظ محمد طیب صاحب دامت برکاتہم عالیہ اور دارالعلوم دیوبند کے محدث حضرت مولانا عبدالحق اعظمی اور کچھ دیگر علماء ملاقات کے لئے تشریف لائے۔حضرت مولانا عبدالحق اعظمی سے بھی احقر کے بہت دیرینہ تعلقات ہیں اور ہمیشہ حضرت کی شفقت اور محبت شاملِ حال رہی۔ باوجود پیرانہ سالی اور معذوری کے وہیل چیئر پر تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ ان کا اور حضرت حافظ صاحب کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ قائم دائم رکھے۔آمین!

کتب خانہ نعیمیہ میں حاضری

دیوبند میں سب سے پہلے جن کے ساتھ تعارف ہوا تھا وہ بھائی محمد بلال صاحب مرحوم تھے جو احقر کے استاد محترم اور حضرت مولانا قاری رضی الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ کے ماموں زاد بھائی اور برادرِ نسبتی تھے۔ وہ جب پاکستان تشریف لاتے تو احقر کے ہاں بھی ضرور تشریف لایا کرتے تھے۔ اور میں بھی جب ۱۹۸۰ء میں صد سالہ اجتماع میں حاضر ہوا تو انہی بھائی بلال مرحوم کے دولت کدہ پر فروکش رہا۔ عرصہ ہوا ان کا تو انتقال ہو چکا البتہ ان کے صاحبزادگان حاجی محمد انس صاحب اور حاجی محمد صہیب اور حاجی محمد عمیس سلمہ اللہ موجود ہیں اور اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مہمانوں کا خوب اکرام کرتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے والد صاحب مرحوم کے اہلِ تعلق کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی تعلق کی بناء پر جب ان حضرات کو احقر کی دیوبند میں حاضری کا علم ہوا تو دارالعلوم کے مہمان خانے میں تینوں بھائی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور بہت اصرار فرمایا کہ جب تک دیوبند میں قیام ہے آپ ہمارے گھر میں قیام کریں۔ مگر احقر چونکہ وفد کے ساتھ پابند تھا اس لئے گھر کا قیام تو نصیب نہ ہوا البتہ ان سے وعدہ کیا کہ آپ کے کتب خانہ اور گھر پر حاضری ضرور دوں گا انشاء اللہ۔ چنانچہ آج ۹/اپریل بروز بدھ دیگر معمولات سے فارغ ہو کر کچھ فرصت ملی تو احقر ایک طالبعلم کو ساتھ لے کر کتب خانہ نعیمیہ میں حاضر ہوا۔ جہاں پر بھائی حاجی محمد انس اور حاجی محمد صہیب سلمہما سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا اور چائے کے لئے گھر چلنے کا اصرار فرمایا کہ ہماری والدہ محترمہ کا حکم ہے کہ مفتی صاحب کو گھر لا کر چائے پلائیں اور صرف چائے نہیں بلکہ کھانے کا بھی اصرار کریں۔ چنانچہ احقر حاجی محمد صہیب کے ساتھ ان کے گھر حاضر ہوا۔ انہوں نے بہت اکرام فرمایا اور ان دو بھائیوں عمیس اور صہیب نے چونکہ گھر نئے بنائے ہیں تو ان دو گھروں کی زیارت بھی

نصیب ہوگئی۔اور دعا کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ پھران کے پرانے گھر جو کہ محلّہ بڑے بھائیاں میں ہے اور ۱۹۸۰ء کی حاضری میں احقر کا قیام اس گھر میں رہا اس میں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ان کی والدہ محترمہ سلمہا اللہ نے بہت دعائیں دیں اور گھر حاضری پر بہت زیادہ شکریہ ادا فرمایا، اور کھانے کے لئے اصرار فرمایا مگر کھانے سے احقر نے معذرت کر دی کہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم عالیہ کھانے پر مہمان خانہ میں انتظار فرما رہے ہونگے۔اس لئے وہیں جانا ضروری ہے۔واپسی پر تینوں بھائیوں نے اپنے کتب خانہ سے بہت ساری کتابیں ہدیہ میں پیش فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کو آپس میں خوب پیار ومحبت نصیب فرمائے اور کاروبار میں ترقی نصیب فرمائے۔آمین

کتابیں تو حاجی محمد صہیب نے اپنے ملازم کے ہاتھ مہمان خانہ میں روانہ کر دیں اور خود احقر کو چھوڑنے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔ چنانچہ جب یہاں پہنچا تو دوپہر کا کھانا کھایا پھر ظہر کی نماز ادا کی اور تھوڑی دیر آرام کیا۔

سہارنپور روانگی

پروگرام کے مطابق ہم پانچ حضرات نے چونکہ سہارنپور جانا تھا اس لئے رختِ سفر باندھا اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب نے ایک معقول گاڑی کا انتظام فرمایا جس میں ہم پانچوں کا سامان بھی آسانی سے آسکے۔چنانچہ پانچ حضرات یہ تھے: حضرت مولانا شیخ الحدیث شیر علی شاہ صاحب، اکوڑہ خٹک اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، راولپنڈی اور مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب اکوڑہ خٹک ، مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی ابن مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید مرحوم اور احقر شیر محمد علوی۔چنانچہ عصر کی نماز میں ہم لوگ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی خانقاہ میں پہنچے۔مولانا پہلے سے انتظار میں تھے۔عصر کی نماز باجماعت ادا کی۔عصر کی نماز کے بعد حسبِ معمول حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی کتاب ''اسلامی سیاست'' پڑھی گئی۔نمازِ

مغرب بھی وہیں ادا کی اور مغرب کے بعد بھی کچھ علمی گفتگو رہی۔ کچھ مقامی علماء ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا اور پھر آرام کے لئے لیٹ گئے۔ صبح نماز ذکر اور ناشتے سے فارغ ہو کر حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کی قیادت میں ہمارا یہ قافلہ یہاں کے اکابر کی قبورِ مطہرہ کی زیارت کے لئے نکلا۔ احقر کے ایک پرانے جانکار حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی مجد القدوس رومی بھی اپنی گاڑی لے کر تشریف لائے کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ نیز مظاہرِ علوم سہارنپور کے صدر مدرس اور سنن ابی داؤد کے شارح حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم عالیہ بھی ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔ بہر حال دو گاڑیوں میں یہ قافلہ قبرستان حاجی شاہ کمال میں پہنچا۔ اس قبرستان میں بھی بڑے بڑے اولیاء اللہ اور اکابر علمائے کرام محوِ خواب ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی مجاہد شاملی، حضرت مولانا شیخ الحدیث کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی تلمیذ خاص قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اسد اللہ صاحب رامپوری، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب پرقاضوی ناظمِ اعلیٰ مظاہرِ علوم سہارنپور، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبِ معلم الحجاج، حضرت مولانا مفتی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا عثمان غنی شیخ الحدیث وصاحبِ نصر الباری شرح بخاری وغیرہ ان حضرات کی خدمت میں سلام اور ایصالِ ثواب کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب جب یہاں تشریف لاتے تو کچھ دیر بیٹھ کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے، چنانچہ ہم سب بھی ان حضرات کے اقدامِ عالیہ میں بیٹھ گئے اور کچھ دیر اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

یہاں سے واپس ہونے کے بعد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی خانقاہ میں پہنچے تو مولانا نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کا خاص کمرہ جس میں بیٹھ کر مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا کام سرانجام دیتے تھے۔ خادم کے ذریعے کھلوایا جو بالا خانہ پر ہے۔ اس کی زیارت سے بھی عجیب

روحانیت اور برکت محسوس ہوئی کہ اسی کمرہ میں حضرت نے فضائلِ اعمال تالیف فرمائی جو آج پوری دنیا میں قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ یہ سب ان حضرات کے اخلاص کی برکت ہے کہ اس کچے گھر کے کمرے میں بیٹھ کر اخلاص کے ساتھ جو کام کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو عجیب قبولیت عطا فرمائی۔ آج بھی اس حجرہ مبارک کے بالے اور چھت کچے ہی ہے۔ واقعی سچ ہے کہ جو کام اخلاص سے کیا جائے وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے، اللھم زد فزد۔

اس کے بعد دوپہر کا کھانا حضرت مولانا طلحہ صاحب کی خانقاہ ہی میں کھایا اور پھر احقر کے ایک پرانے جانکار مولانا حاجی عبدالوھاب زید مجدھم نے ٹیلیفون پر ارشاد فرمایا کہ میرا بیٹا مولوی محمد زبیر گاڑی لے کر آرہا ہے آپ اس کے ساتھ ہی ہمارے مدرسے آجائیں، چنانچہ کچھ دیر بعد مولوی محمد زبیر صاحب گاڑی لے کر پہنچ گئے حضرت مولانا طلحہ صاحب نے نے بخوشی اجازت فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ ظہر کی نماز وہیں پڑھ لیں اور ظہر کے بعد قیلولہ بھی کرلیں، ان حضرارت کی دلجوئی بھی وہ جائے گی اور عصر کی نماز پڑھتے ہی واپس آجائیں۔ چنانچہ مولوی محمد زبیر صاحب سلمہ کے ساتھ احقر روانہ ہوگیا۔ کچھ دیر بعد ان کے مدرسہ واقع دَہنی والا انبالہ روڈ میں حاضری ہوگئی اور حاجی صاحب پہلے سے ہی انتظار میں تھے، ان کے مدرسے ہی میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی، اس کے بعد کچھ دیر قیلولہ کیا پھر عصر کی نماز کے لئے اٹھے اور وہیں نماز باجماعت ادا کی۔ حاجی صاحب نے چائے اور فواکہ وغیرہ سے خوب اکرام فرمایا۔ اس کے بعد ان کے مدرسے میں واقع حضرت مولانا امیر باز خان صاحب کی خانقاہ اور مسجد کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت کے مزار پر سلام اور ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا امیر باز خان صاحب مرحوم مجاہدِ آزادی اور دارالعلوم دیوبند اور مظاہرِ علوم سہارنپور کے قدیم ترین فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت کی خانقاہ اور مسجد اب بھی اپنی اصلی حالت پر ہے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولانا امیر باز خان صاحب مرحوم اور شیخ المشائخ حضرت

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہما اللہ کے شیخِ اول حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے مزار اور خانقاہ میں حاضری ہوئی جو کہ اس مدرسہ کے قریب اور جی ٹی روڈ پر برلبِ سڑک واقع ہے۔ حضرت کی خدمت میں سلام اور ایصالِ ثواب کی سعادت کے بعد مولوی محمد زبیر صاحب سلمہ کی معیت میں مولانا محمد طلحہ صاحب کی خانقاہ میں واپسی ہوئی۔ وہاں کتاب کی تعلیم ہو رہی تھی اس میں شرکت ہوئی۔ اتنے میں احقر کے بہت ہی قدیمی جانکار حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی بھی ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا اسلام الحق صاحب زید مجدھم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے مرید اور شاگردِ خاص ہیں اور دارالعلوم شاہ بہلول جو کہ سہارنپور کا قدیم ترین مدرسہ ہے اس کے ناظمِ اعلیٰ اور شیخ الحدیث ہیں۔ حضرت مولانا عثمان غنی صاحب نصرالباری کی وفات کے بعد مظاہرعلوم وقف میں بھی بخاری شریف یہی پڑھاتے رہے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد کچھ اپنے ذاتی معمولات رہے، نیز اسی دوران مظاہر علوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری کی زیارت کے لئے ان کے کمرہ واقع مظاہرعلوم میں حاضری ہوئی۔ کچھ دیر ان کی خدمت میں رہے، وہاں سے رخصت ہوکر احقر مظاہر وقف کی زیارت کے لئے بھی گیا۔ اس وقت کسی ذمہ دار سے تو ملاقات نہ ہوسکی کیونکہ شبِ جمعہ کی وجہ سے چھٹی تھی، البتہ بعض طلباء سے ملاقات ہوئی جو دارالحدیث میں مختلف کونوں میں تقریری مشق میں مشغول تھے۔ کچھ دیر بعد خانقاہ میں حاضری ہوئی، عشاء کی نماز اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مظاہرعلوم کے صدر مدرس شیخ الحدیث صاحب کے داماد اور احقر کے پرانے مہربان حضرت مولانا محمد عاقل صاحب اور ان کے صاحبزادگان کے اصرار پر ان کے مکان پر حاضری ہوئی۔ مولانا نے بہت اکرام فرمایا اور اپنی کتاب ''الفیض السمائی علیٰ سنن النسائی'' کا سیٹ عنایت فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حکیم محمد یامین صاحب جو حضرت مولانا طلحہ صاحب کے پڑوسی ہیں ان کی خواہش پر تھوڑی دیر کے لئے ان کے مکان پر حاضری ہوئی، انہوں نے بھی بہت اکرام فرمایا۔ (جاری...)

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبارالجامعہ

۵: شعبان المعظم: حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں اصلاحی درس ارشادفرمایا۔۱۰ر حضرت مدظلہم نے مدرسہ ربیع القرآن فروکہ میں بیان فرمایا۔۱۲ر حضرت مدظلہم نے مدرسہ تجویدالقرآن سرگودھامیں بیان فرمایا۔۲۲ر حضرت مدظلہم نے دھنی حافظ آبادمیں درس قرآن ارشادفرمایا۔۳۰ر حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں درس ارشادفرمایا۔

۵ رمضان المبارک رحضرت مدظلہم نے جامعہ حقانیہ میں بعد عصر اصلاحی مجلس میں ماہ صیام سے متعلق درس ارشادفرمایا۔۲۱ر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ساہی وال اورقرب وجوار کی مساجد میں تراویح کے اندر ختم قرآن کی مبارک محفلوں کا سلسلہ شروع ہوا، جن سے حضرت مدظلہم اور جامعہ کے صدر مدرس حضرت مولانا محمد ظفراللہ صاحب مدظلہ نے بیانات فرمائے ۔۲۹ر جامع مسجد حقانیہ ساہیوال میں تراویح میں قرآن پاک مکمل ہوا۔اس موقع پر مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالغفار تونسوی مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی صاحب نے بیان فرمایا۔

یکم شوال المکرّم: عیدالفطر کے موقع پر موسلہ دھار بارش ہوئی جس کی وجہ سے عیدالفطر کی نماز عیدگاہ حقانیہ کی بجائے جامع مسجد حقانیہ ساہیوال میں ادا کی گئی ۔۷ر جامعہ میں درجہ قرآن کریم کی تعلیم کا آغاز ہوا۔۹ر شوال: سے درجہ کتب بنین وبنات اور تخصص فی الفقہ الاسلامی (بنین) کے داخلے شروع ہوئے ۔درجہ کتب کی تعلیم ۱۴ر شوال المکرّم جبکہ درجہ تخصص کی تعلیم ۲۲ر شوال کو شروع ہوئی ۔۱۵ر حضرت مدظلہم نے جامعہ حقانیہ للبنات

چوہال میں بخاری شریف کی پہلی حدیث مبارکہ پر درس ارشاد فرمایا۔۱۶حضرت مدظلہم نے جامعہ محمودیہ سرگودھا نئے تعلیمی سال کے موقع پر بیان فرمایا۔۱۷حضرت مدظلہم نے یوم آزادی کے موقع پر جامعہ میں پرچم کشائی فرمائی،اوراس کے بعد تفصیلی بیان میں پاکستان کے تاریخی پس منظر اور تحریک آزادی میں علماء دیوبند کے کردار پر روشنی ڈالی۔

جامع مسجد ترمذی: جامعہ حقانیہ ساہی وال، حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر الحمدللہ جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 94x76 کی چھت کا لنٹر بحمداللہ ڈال دیا گیا ہے۔جس پر اب تک تقریباً (10000000)ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے جبکہ ابھی مسجد کے ہال ، برآمدے اوردوسری منزل کی تعمیر کا کام باقی ہے،جس کا تخمینہ لاگت تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپے ہے۔قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں ناشر: شاہ نفیس اکیڈمی لاہور

مرتبین: قاری محمد ضیاء الحق صاحب۔ میاں رضوان نفیس صاحب صفحات ۳۰۸

دور حاضر میں جہاں اور بہت سے فتنے ہیں ایک فتنہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کی آڑ میں یزید کی بے جا حمایت کا فتنہ بھی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ جو اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت اور مسلک اہل سنت سے بغاوت ہے۔

زیر نظر کتاب اسی فتنہ کو بے نقاب کرنے کے لیے مرتب کی گئی ہے جس میں اکابرین علماء دیوبند کی تحریرات اور ارشادات عالیہ سے یزید کا فاسق وفاجر ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر دیں محترم جناب میاں رضوان نفیس صاحب زید مجدہ کو جو ''محبت اہل بیت عظام'' کے فروغ اور ''فتنہ خارجیت'' کی سرکوبی میں بڑی جانفشانی اور تندہی سے مصروف ہیں۔

نام کتاب: ''اشرف النحو'' تالیف: مولانا عبدالقدوس زید مجدہم

ناشر: ادارۃ التصنیف دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال صفحات ۱۲۸

مدارس عربیہ کے طلبہ کے لیے علم نحو کی ضرورت وافادیت کسی صاحب علم سے مخفی نہیں۔ دور حاضر میں فارسی زبان سے عدم واقفیت کی وجہ سے طلبہ کو نحو میر کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ زیر نظر کتاب اس مشکل کا بہت حد تک تدارک کرتی ہے جو ''علم النحو'' اور ''نحو میر'' کی مباحث کے علاوہ دوسرے اہم فوائد وضوابط کو بھی محیط ہے اور اجراء قواعد کے لیے مفید تمرینات پر بھی مشتمل ہے، بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان دونوں کتابوں کا بہترین نعم البدل اور فنون کی ابتدائی درسی کتب میں شامل کیے جانے کے قابل ہے۔ حق تعالیٰ فاضل مولف زید مجدہم کی اس لائق تحسین کاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں اور طلبہ وطالبات کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔